حقائق و معارف

حقیقتِ انسان

اسرار احمد

منصور کا یہ کہنا کہ: "خدا ہوں مَیں!" ایک انتہا پر ——— اور ڈاروِن کا یہ "بولنا" کہ: "بوزنا ہوں میں!" دوسری انتہا پر ——— لیکن کیا یہ معاملہ ایسا ہی غیر اہم ہے کہ کوئی "دوست" اسے ہنستے ہوئے یہ کہہ کر ٹال دیں کہ: ——— "فکرِ ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست!" [1]

سوال یہ ہے کہ حقیقت یہ ہے یا وہ؟ ——— اور اگر ان دونوں کے مابین واقع ہوئی ہے تو کہاں؟ ——— اور اگر یہ دونوں ہی باتیں درست ہیں تو کیسے؟

"ایاز قدرِ خود بشناس!" کو نہ معلوم کیوں ایک تحقیر آمیز تنبیہ ہی کے مفہوم میں لے لیا گیا ہے! کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ بحیثیتِ انسان اپنے حقیقی مرتبہ و مقام کو پہچاننے کی مشفقانہ نصیحت ہو؟ یعنی بقول اقبال ع "اپنی خودی پہچان او غافل انسان!" [2] یا بقول بیدل ع "اے بہارِ نیستی از قدرِ خود ہشیار باش!" ——— اس لئے کہ یا تو یہ مانا جائے کہ محمود اور ایاز کی روایتی محبت بس

---

[1] حضرت اکبر الٰہ آبادی کا قطعہ ہے:

کہا منصور نے خدا ہوں مَیں ڈاروِن بولا بوزنا ہوں مَیں
ہنس کے کہنے لگے مِرے اک دوست فکرِ ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست!

[2] اقبال کا مصرعہ ہے ع "اپنی خودی پہچان او غافل افغان!"

© rasailojaraid.com

ایک قصّہ ہی ہے ــــــ یا پھر اس دوسرے امکان ہی کو ماننے بنے گی، ؎

نہ در بازی بُود دل داد محمود — دِل محمُود را بازی میپندار!!

سب جانتے ہیں کہ 'خدا ناشناسی'، تمام بُرائیوں کی جڑ اور جملہ گناہوں اور جرائم کی ماں ہے، لیکن بہت کم ہیں جو یہ جانتے ہوں کہ اس سب سے بڑے گناہ کی نقد سزا جو اس دُنیا ہی میں انسان کو ملتی ہے کیا ہے! ــــ 'خود فراموشی'! بفحوائے الفاظِ قرآنی:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسٰهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ○ (الحشر: ١٩)

(ترجمہ) اور ان لوگوں کے مانند نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں اپنے آپ سے غافل کر دیا یہی لوگ بدکار ہیں!

ہندسہ میں ہر دعویٰ (THEOREM) کا ایک عکس (CONVERSE) ہوتا ہے چنانچہ اس 'دعویٰ حق' کا عکس بھی کسی عکاسِ حقیقت کی زبانی یوں ادا ہوا کہ:

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ ○

(ترجمہ) جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

تو کیا واقعی عرفانِ خویش اور معرفتِ رب لازم و ملزوم ہیں اور 'حقیقتِ انسان'، اور ذاتِ ربانی میں اتنا گہرا اور قریبی تعلق ہے؟

ان مسائل کے حل کے ضمن میں اگر انسان صرف حواسِ ظاہری سے حاصل شدہ معلومات اور محض اُن ہی پر مبنی استدلال پر دارومدار رکھے تو جواب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ انسان بھی بس ایک حیوان ہے ــــ دوسرے حیوانات کے مقابلے میں ذرا ترقی یافتہ حیوان! ــــــ البتہ وجدان کی

© rasailojaraid.com

وادیوں میں پرواز کی جاتے جیسے عظیم شعراء نے کی تو حقیقت کچھ اور نظر آتی ہے ——— اور مسئلے کا پورا تشفی بخش حل تو وحیِ آسمانی کی دستگیری کے بغیر ممکن ہی نہیں!

ایک 'واقف' و عارف بزرگ کے سامنے شکوہ کیا گیا: "حضرت! اب تو "انانیت" کا دور دورہ ہے اور ہر شخص اس مہلک مرض میں گرفتار ہو چکا ہے!" ——— اس پر انہوں نے فرمایا: "بھائی! واقعہ تو یہ ہے کہ 'انانیت' کا دور بھی گزر چکا، اب تو نری 'نانیت' ہی 'نانیت' رہ گئی ہے!" ؎۳

© rasailojaraid.com

اس میں ہرگز کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ دورِ حاضر کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ آج کا انسان اپنے آپ کو محض ایک حیوان تصور کرتا ہے انسانوں کی عظیم اکثریت تو اپنی عظمت سے بالکلیہ بے خبر اور اپنی حقیقت سے قطعی طور پر لاعلم، محض اپنی مادّی ضرورتوں اور حیوانی تقاضوں کی تسکین و تکمیل کے لئے دوڑ دھوپ میں مصروف و مشغول ہے ہی ——— اصحابِ دانش و بینش کی واضح اکثریت بھی کائنات کی اصل مادّی مان کر ——— اور مادّہ کو حقیقی قرار دے کر 'واقعیت پسندی' (REALISM) کی جانب رُخ کئے ہوئے ہے ——— حتیٰ کہ جنہیں اس سطح سے ذرا بلند ہونے کی توفیق ملی ہے وہ بھی ذہن (MIND) اور رُوح (SOUL) کی "عینیت" یا "ثنویت" کی بحث میں اُلجھ کر رہ گئے ہیں!

اور آج کا انسان جس ذہنی و فکری ژولیدگی اور اخلاقی و عملی پستی کا شکار ہو چکا ہے اُس سے نجات کی واحد راہ اپنی عظمت کی 'بازیافت'، اور اپنے مقام

؎۳ 'نانیت' ——— نان سے یعنی روٹی ——— یا بالفاظِ دیگر روٹی، کپڑا اور مکان! ——— یہ الفاظ ہیں مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے ——— بروایت ڈاکٹر سید اسلم زیدی (قومی ادارہ امراضِ قلب - کراچی)

© rasailojaraid.com

و مرتبہ سے دوبارہ کما حقہٗ آگاہی کے سوا اور کچھ نہیں! ـــــ گویا ؏
"علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی!" یعنی بقول اقبالؔ ــــ
"اپنی خودی پہچان او غافل انسان!" ـــــ اور بالفاظِ بیدلؔ:
؏ "اے بہار نیستی از قدرِ خود ہشیار باش!"

حقیقت یہ ہے کہ انسان ایک 'مرکّب' وجود کا حامل ہے ـــــ بقول سعدیؒ:

؎ "آدمی زادہ طُرفہ معجون است
از فرشتہ سرشتہ و ز حیواں!"

اس کا ایک جزو "اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡم" کا مظہر اتم ہے تو دوسرا "اَسۡفَلَ سَافِلِیۡن" کا مصداقِ کامل![4]

ایک کا تعلق 'عالمِ امر' سے ہے تو دوسرے کا 'عالمِ خلق' سے![5]

ایک خاکی ہے تو دوسرا نوری![6]

ایک 'ـــــ دنی الطبع' ہے اور ہمہ تن اور ہمہ وقت پستی کی جانب مائل تو دوسرا "قُدسی الاصل" اور ہمیشہ "رفعت پہ نظر" رکھنے والا![7]

ایک حیوانات کی صف میں ہے ـــــ اور اُن میں سے بھی بہت سوں کے مقابلے میں مختلف اعتبارات سے ہیچ و کمتر اور ضعیف و ناتواں تو دوسرا ملائکہ کا ہم پلّہ ہے بلکہ مقام اور مرتبہ میں اُن سے بھی کہیں اعلیٰ و افضل ـــــ حتّٰی کہ اُن کا مسجود و مخدوم!!

---

[4] سورۃ التین آیات ۴، ۵ (ترجمہ: یقیناً ہم نے پیدا کیا انسان کو بہترین ساخت پر پھر لوٹا دیا اُسے نیچے والوں میں سب سے نیچے"

[5] اَلَا لَـهُ الۡخَلۡقُ وَالۡاَمۡرُ (الاعراف: ۵۴)

[6] خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات ہر دو جہاں سے غنی اُس کا دلِ بے نیاز

[7] ؏ "قدسی الاصل ہے رفعت پہ نظر رکھتی ہے" اقبالؔ

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

ایک عبارت ہے اُس کے 'وجودِ حیوانی' سے ——— تو دوسرا مظہر ہے اُس 'رُوحِ ربّانی' کا جو اُس میں پھونکی گئی اور جس کی بنیاد پہ وہ مسجودِ ملائک قرار پایا ۔ بحوالۂ الفاظِ قرآنی :

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ○	(ترجمہ) اور جب میں اسے پوری طرح بنالوں اور اُس میں اپنی رُوح میں سے پھونک دوں تب گر پڑنا
(الحجر: ۲۹ ، صٓ : ۷۲)	اُس کے سامنے سجدے میں !

اب ——— اصحابِ دانش و بینش میں سے جن کی نظر اپنے وجود کے 'علوی' جزو پر جم کر رہ گئی اور وہ اُس کی عظمت و رفعت کے مشاہدے میں محو ہو کر رہ گئے اُن میں سے کوئی حیران ہو کر پکار اٹھا " سبحانی ! ما اعظم شانی ! " کسی نے جذب و مستی کے عالم میں نعرہ لگا دیا " انا الحق ! " اور کوئی کیف و سرور سے سرشار ہو کر کہہ بیٹھا " لیس فی جُبّتی الا اللہ ! " ٭ ——— اور جن کی نگاہِ تحقیق و تفتیش انسان کے وجودِ حیوانی ہی پر مرتکز رہی اور وہ اسی کے بارے میں بحث و تمحیص اور اسی کے متعلق تفحّص و تعمّق میں گُم ہو کر رہ گئے انہیں اس کا تعلق لامحالہ بندروں ، بن مانسوں اور گوریلوں ہی سے جوڑتے بنی !!

گویا 'حقیقتِ انسان' کے ضمن میں متذکرہ صدر متضاد آرا جزوی طور پر اپنی اپنی جگہ صحیح بھی ہیں اور کلّی اعتبار سے غلط بھی ! اور مسئلۂ زیرِ بحث کا کوئی حل اس کے بغیر ممکن نہیں کہ انسان کو دو متضاد اجزاء سے 'مرکّب' تسلیم کیا جائے !

٭ منصور حلاج اور اکابر صوفیا کی شطحیات ——— یعنی وہ جملے جو جذب و مستی کے عالم یعنی حالتِ سُکر میں ان کے منہ سے نکل گئے ۔ ان میں سے منصور کو اس لئے دار پر چڑھنا پڑا کہ وہ حالتِ صحو میں بھی اِسی موقف پر قائم رہا !

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واضح رہے کہ وجودِ انسانی کے یہ دونوں اجزائے ترکیبی ایک دوسرے سے بالکل آزاد اور اپنی اپنی جگہ کامل اور ہر اعتبار سے خود مکتفی ہونے کے باوصف غایت درجہ متّصل ہی نہیں باہم دگر پیوست ہیں ——— عہدِ حاضر کی عظیم ترین حماقتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رُوحِ انسانی کو 'جان' کے ہم معنی سمجھ لیا گیا ہے۔ حالانکہ 'جان' یا 'زندگی' یا 'LIFE' تو انسان کے وجودِ حیوانی کا جزوِ لاینفک ہے ——— اور رُوحِ انسانی اپنا جُداگانہ اور مستقل بالذّات وجود رکھتے ہوئے اُس وجودِ حیوانی کے ساتھ "وہ اتصالے بے تکیف بے قیاس" کے رشتے میں منسلک ہے ——— رُوح کے وجودِ حیوانی کے ساتھ اس اتّصال کے ضمن میں "کہاں" اور "کیسے" کے سوالات ویسے ہی لاینحل ہیں جیسے خود یہ سوال کہ جان اور جسم کا تعلّق کس نوعیت کا ہے اور کس عضو سے متعلّق ہے۔ اگرچہ بہت خوب کہا ہے کسی کہنے والے نے کہ

جان نہاں در جسم او در جاں نہاں
اے نہاں اندر نہاں اے جانِ جاں!!

مزید برآں ——— انسان کے یہ دونوں وجود 'دانا' و 'بینا' ہیں۔ اس کی آنکھیں صرف ظاہری یا حیوانی دیکھنا دیکھتی ہیں ——— اور کان صرف ظاہری یا حیوانی سننا سنتے ہیں اور یہ دونوں حواس ظاہری اپنی حاصل کردہ معلومات (SENSE DATA) کو عقلِ حیوانی یعنی دماغ (BRAIN) کے حوالے کر دیتے ہیں جو ان سے نتائج اخذ کرتا ہے ——— جبکہ رُوحِ انسانی بھی نہ صرف دیکھتی اور سُنتی ہے ——— اور اس کا یہ دیکھنا اور سننا ظاہری آنکھوں اور کانوں سے بالکل آزاد ہے[۹] ——— بلکہ تعقّل اور تفقّہ بھی کرتی ہے جس کا کوئی تعلّق عقلِ حیوانی یا دماغ سے نہیں ہے ——— رُوح کے آلۂ بصارت و سماعت اور تعقّل و تفقّہ کا نام اصطلاحِ

۹؎ "اتصالے بے تکیف بے قیاس — ہست ربّ الناس را بہ جانِ ناس" رومی

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

قرآنی میں 'قلب' ہے۔ بفحوائے آیاتِ قرآنی :

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۔

(الاعراف : ۱۷۹)

(ترجمہ) ان کے دل ہیں لیکن ان سے سوچتے نہیں، اور انکی آنکھیں ہیں پر ان سے دیکھتے نہیں، اور ان کے کان ہیں مگر ان سے سُنتے نہیں! یہ چوپایوں کے مانند ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گذرے!

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ۝ (الحج : ۴۶)

(ترجمہ) تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا۔ پھر اگر ان کے دل (بیدار) ہوتے تو ان سے سوچ بچار کرتے یا ان کے کان ہوتے جن سے سُنتے، اس لئے کہ (اصل میں) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہوتے ہیں!

بھی نہیں ——— بلکہ وحیِ جلی اور وحیِ خفی کے اشارات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ 'قلب' ——— رُوحِ انسانی کے لئے صرف ذریعۂ سماعت و بصارت اور آلۂ تعقّل و تفقہ ہی نہیں، اس کا 'مسکن' بھی ہے اور اس کی مثال قندیل کے اس شیشے کی سی ہے جس کے اندر کوئی شمع روشن ہو ———

؎ دم چیست؟ پیام است! شنیدی نشنیدی!
در خاکِ تو یک جلوۂ عام است! ندیدی!!
دیدن دگر آموز! شنیدن دگر آموز!!

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

چنانچہ اگر رُوحِ انسانی کو اُس چراغ سے تشبیہ دی جائے جس میں نورِ خداوندی جلوہ فگن ہے تو قلبِ مصفّیٰ و مجلّیٰ کی مثال اس صاف و شفّاف شیشے کی ہے جو رُوح کے انوار سے اس طرح جگمگا اٹھتا ہے کہ انسان کا پورا وجودِ حیوانی بھی انوارِ الٰہیہ سے منوّر ہو جاتا ہے —— چنانچہ یہی مفہوم ہے اس عظیم تمثیل کا جو سُورۂ نور میں وارد ہوئی ہے :

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ	(ترجمہ) اللہ ہی آسمانوں اور زمین
الارض ط مثل نورہٖ کمشکوٰۃٍ	کا نور ہے ۔ اس کے نور کی مثال
فیھا مصباحٌ ط المصباحُ	(قلبِ مومن میں) یوں ہے جیسے
فی زجاجۃٍ ط الزجاجۃُ	ایک طاق ہو جس میں ایک دیا ہو،
کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ	وہ دیا ایک شیشے میں ہو، (اور)
(النّور : ۳۵)	وہ شیشہ ایسے ہو جیسے ایک چمکتا ستارا!

(اس آیۂ مبارکہ کے ضمن میں بالکل صحیح ہے وہ رائے جو اکثر متقدّمین نے دی ہے کہ "مَثَلُ نُوْرِہٖ" کے بعد "فی قلب المؤمن" کے الفاظ مقدّر و محذوف ہیں!)

اس کے برعکس اگر شیشۂ قلب فسق و فجور کی کثرت، خواہشات کی پرستش اور شہوات کے اتّباع کے باعث داغدار اور مکدّر ہو جاتا ہے تو رُوح کے انوار کے انسان کے وجودِ حیوانی میں سرایت کرنے میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے اور اس کیفیت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اُس طور سے جس کی وضاحت وحیِ خفی یعنی اس حدیثِ نبوی (صلّی اللہ علیہ وسلم) میں ملتی ہے[۱؎] —— :

اِن المؤمن اذا اذنب کانت	(ترجمہ) مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے
نکتۃ سوداء فی قلبہٖ	تو اس کے دل پر ایک سیاہ داغ پڑ

۱؎ رواہ احمدؒ والترمذیؒ وابن ماجہؒ عن ابی ہریرہؓ وقال الترمذیؒ ، ہذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ

© rasailojaraid.com

فان تاب واستغفر
صُقل قلبہٗ وان
زادٗ زادت حتی تعلوہٗ
قلبہ فذلک الران
الذی ذکراللہ تعالیٰ
"کلا بل ران علیٰ قلوبہم
ماکانوا یکسبُون"

جاتا ہے۔ پھر اگر توبہ و استغفار کرتا ہے
تو دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر اور
گناہ کرتا ہے تو دل کی، سیاہی بھی بڑھتی
چلی جاتی ہے یہاں تک کہ پورے
دل پر چھا جاتی ہے چنانچہ یہی ہے
وہ دلوں کا زنگ جس کا ذکر اللہ
نے اس آیۂ مبارکہ میں فرمایا ہے

(سورۃ المطففین ۱۴) "نہیں، بلکہ زنگ لگ گیا ہے اُن کے دلوں پر
ان کے اعمال کے سبب سے!"

© rasailojaraid.com

اور اس عمل (PHENOMENON) کی یہی وہ منطقی انتہا ہے جسے 'وحیٔ جلی' میں ختمِ قلوب اور طبعِ قلوب سے تعبیر فرمایا گیا —— بعنوانِ الفاظِ قرآنی:

خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ
وَ عَلٰی سَمْعِہِمْ وَعَلٰی
اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ
وَلَہُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ہ
(البقرۃ: ۷)

(ترجمہ، اللہ نے مہر کر دی ہے ان
کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر
اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ اور
ان کے لئے بہت بڑی سزا ہے۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ طَبَعَ
اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَ
سَمْعِہِمْ وَاَبْصَارِہِمْ ج
وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْغٰفِلُوْنَ ہ
(النحل: ۱۰۸)

(ترجمہ) یہی ہیں وہ لوگ جن کے
دلوں، کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے
مہر لگا دی ہے اور وہی ہیں (حقائق
و معارف سے) غافل و بے خبر!

اور یہی وہ کیفیت ہے جسے قرآن انسان کی 'رُوحانی موت' سے تعبیر فرماتا

© rasailojaraid.com

ہے۔ اس لیے کہ اس حال میں انسان کے وجودِ حیوانی کا اُس روحِ ربانی سے تعلق بالکل منقطع ہو جاتا ہے جس نے اُسے شرفِ انسانیت عطا فرمایا تھا۔ اور اُس کا نہاں خانہ "قلب" رُوح کی قبر کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ نتیجتاً انسان کی صورت میں ایک دو ٹانگوں پر چلنے والا چوپایہ باقی رہ جاتا ہے جو "حقیقتِ انسان" کے اعتبار سے ایک چلتے پھرتے مقبرے اور متحرک "تعزیئے" کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا —— اُولٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ !!

چنانچہ ایسے ہی "حقیقت کے اعتبار سے مُردہ اور ظاہری اعتبار سے زندہ" انسانوں کا ذکر ہے ان آیاتِ قرآنیہ میں:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (النمل: ۸۰)	(ترجمہ) (اے نبیؐ!) آپ نہیں سنا سکتے ان مُردوں کو!
فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ (الروم: ۵۲)	(ترجمہ) تو (اے نبیؐ!) آپ نہ ان مُردوں کو سُنا سکتے ہیں اور نہ ان بہروں تک اپنی دعوت پہنچا سکتے ہیں!

جنہیں بعض لوگ خواہ مخواہ گھسیٹ لے جاتے ہیں "سماعِ موتیٰ" کے ایک اختلافی مسئلے پر بحث مباحثے میں!

الغرض! جب تک کوئی شخص انسانی شخصیت کے ان دو متضاد اجزائے ترکیبی کو نہ جان لے وہ دین و مذہب کے لطیف تر حقائق اور وحیِ آسمانی میں وارد شدہ معارف و حِکَم کا کما حقہٗ ادراک نہ کر سکے گا۔ اور بایں محرومی و تہی دستی اگر مقامِ دعوت، پر فائز ہو جائے گا تو اس کی تمام تر گفتگو احکامِ شریعت اور نظامِ اسلام کے بارے میں ہو گی حقائقِ ایمانی کا تذکرہ ہو گا بھی تو بس سرسری سا —— اور اگر شارح و مفسرِ قرآن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بن بیٹھے گا تو لغت و نحو کے اشکالات، معنی و بیان کے لطائف اور فصاحت و بلاغت کے نوادرات سے تو خوب بحث کرے گا لیکن فلسفہ و حکمتِ دین کے لطیف و غامض نکات اُس کی نگاہ سے اوجھل رہ جائیں گے اور حقائق و معارفِ ایمانی کے اعتبار سے اہم ترین مقامات سے وہ ایسے گذر جائیگا جیسے وہاں کوئی لائقِ توجہ بات ہے ہی نہیں!

———— (جاری ہے)

© rasailojaraid.com

انجمن خدام القرآن اور قرآن اکیڈمی

کے مقاصد کی وضاحت کے لئے مطالعہ فرمائیں

اسلام کی نشاۃِ ثانیہ

کرنے کا اصل کام

از قلم: ڈاکٹر اسرار احمد

ملنے کا پتہ: ۳۶ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

© rasailojaraid.com

حکم و عبر

اسلام میں عورت کی گواہی

اعتراضات اور جوابات

محمد رفیق چوہدری

© rasailojaraid.com

ہمارے ملک میں حکومت کی جانب سے موجودہ قانون سازی کی مہم میں ایک اہم بحث عورت کی شہادت کا مسئلہ ہے۔ جہاں تک اسلامی قانون میں عورت کی شہادت کا تعلق ہے تو اس بارے میں قرآن و سنت کے واضح احکام موجود ہیں کہ مالی معاملات میں دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کی گواہی کے برابر تسلیم کیا گیا ہے۔ گویا تمام مالی معاملات میں ایک عورت کی گواہی مرد کی گواہی کا نصف شمار ہوتی ہے۔

قرآن میں عورت کی گواہی

قرآن حکیم میں صریح طور پر عورت کی شہادت سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے:

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ	اور اس پر اپنے لوگوں میں سے دو
مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ	مردوں کو گواہ ٹھہرا لو، پھر اگر دو
يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَ	مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو
امْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ	عورتیں ہوں۔ یہ گواہ تمہاری
مِنَ الشُّهَدَاءِ أَن تَضِلَّ	پسند کے ہوں۔ دو عورتیں اس
إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ	لئے کہ ایک بھول جائے تو دوسری
إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ۔	یاد دلائے۔

(البقرہ آیت ۲۸۲)

سیاقِ کلام میں آیت بالا کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمانوں کو مالی معاملات میں یہ ہدایت کی جا رہی ہے کہ وہ جب کبھی آپس میں قرض کا کوئی لین دین کریں تو ایسے معاملے

© rasailojaraid.com